امام محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کی سیرت نگاری (آخری قسط)
(ایک جامع تنقیدی مطالعہ)

محمد یٰسین مظہر صدیقی *

ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی (پ:۱۹۴۴ء) ہندوستان کے معروف سیرت نگار ہیں۔ آپ کی کتب اور مطبوعہ مقالات کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہیں۔ سیرت نگاری میں آپ نے کئی منفرد پہلوؤں کی نقاب کشائی کی ہے۔ جھات الاسلام کا اعزاز ہے کہ آپ نہ صرف مجلس ادارت کے رکن ہیں بلکہ آغاز ہی سے آپ کا قلمی تعاون بھی مجلّہ کو حاصل رہا ہے۔ زیر نظر مقالہ ''محمد بن عبدالوہاب نجدی کی سیرت نگاری '' کے جامع تنقیدی مطالعہ پر مبنی ہے۔ چونکہ مقالہ ایک ہی کتاب ''مختصر سیرت الرسول'' پر مبنی ہے لہٰذا صفحات کا اندراج متن کے اندر ہی کر دیا گیا ہے۔ (مدیر)

قتال کی فرضیت

شیخ کا خیال ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد جہاد کی فرضیت آئی ہے اور اس کی تائید میں سورہ بقرہ:۲۱۶ ''کتب علیکم القتال ..الخ نقل کی ہے۔ دوسرے مبحثِ سیرت میں فرضیتِ قتال کے لیے سورہ حج: ۳۹: اذن للذین ..الخ کو اولین آیت قتال بتانے کے علاوہ سورہ بقرہ: ۱۹۰ اور سورہ براءۃ :۳۷ بھی نقل کی ہیں (ص:۱۴۳)۔ اسی کے سبب غزوات کا سلسلہ چلا اور ان کے اسماء بیان کرنے کے بعد وفات نبوی کا ذکر کیا ہے کہ وہ فتنہ عظیم کا باعث ہوا اور بیشتر مسلمان مرتد ہوگئے: ارتد غالب من اسلم'' اور حضرت ابوبکرؓ اور ان کے اصحاب نے اس فتنہ کا خاتمہ کیا۔ اس ضمن میں سورہ مائدہ: ۵۴: یاایھاالذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ ...الخ نقل کی ہے اور ان کے جہاد کی تفصیل اس کے بعد بیان کر ڈالی ہے (صفحات: ۴۰-۴۵ ومابعد)۔ آخر میں نتائج نکالے ہیں۔ حضرت شیخ نے فرضیت قتال کے وقت و موقع کے بارے میں اپنے فکر و خیال کو پیش کیا ہے جو ان کے مصدر سیرت ابن اسحاق کے مبحث کے خلاف ہے۔ امام سیرت نے ہجرت نبوی سے قبل بیعت عقبہ کے موقعہ پر فرضیت قتال کے حکم کے نزول کو بیان کیا ہے جس کی تائید ''بیعتِ حرب'' سے بھی ہوتی ہے۔

مختصر سیرت کے دوسرے حصہ بیانیہ سیرت میں حضرت تلخیص نگار نے متعدد مباحث کے ضمن میں آیات

* پروفیسر، صدر، ڈائریکٹر (سابق) ادارہ علوم اسلامیہ و شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، انڈیا۔

قرآنی سے استشہادو استدلال کیا ہے۔ وہ خاصا مفصل مبحث ہے۔ اس کے بعض اہم ترین مباحث سے ان کے استدلال قرآنی کے کچھ نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔ ان کے بعض مباحث میں آیات قرآنی کا ذکر وحوالہ نہیں دیا ہے جیسے قصۃ الفیل کے نسبتاً مفصل ذکر میں انھوں نے سورۃ الفیل کا یا اس کی آیات کریمہ میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا۔ اسی طرح غزوات میں فتح مکہ اور غزوہ حنین کے مباحث میں آیات کریمہ سے استشہاد نہیں کیا۔ ایسے بعض اور مباحث شیخ دوسرے حصہ مختصر میں ہیں جیسے حجۃ الوداع، مرض، وفات نبوی وغیرہ۔

ابوطالب ہاشمی کو دعوت نبوی کے مبحث میں ان کے لیے استغفار رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ممانعت الٰہی والی آیت سورہ براءت:۱۱۳ ''ماکان للنبی والذین آمنوا أن یستغفروا للمشرکین...الخ'' اور ہدایت کی عطائے ربانی کے لیے سورہ قصص:۵٦ ''انك لاتھدی من اجبت ..الخ'' نقل کی ہیں (ص:٦۲)۔

-حال اہل الجاھلیۃ کے ضمن میں سورہ نوح:۲۳: وقالوا لاتذرن ...الخ نقل کرکے بتایا ہے کہ وہ بروایت ابن عباسؓ قوم کے صالحین تھے جن کو بت بنالیا تھا۔ اسی طرح صحابی موصوف کی تفسیرِ سورہ بقرہ :۲۱۳ ''کان الناس امۃ واحدۃ'' نقل کی ہے (٦۹)۔ مشرکانہ تلبیہ کے لیے سورہ روم: ۲۸ ''ضرب لکم مثلا'' نقل کی ہے جیسے صنم مناۃ کے حوالہ سے سورہ بقرہ: ۱۵۸: ''ان الصفا و المروۃ من شعائراللہ'' نقل کرکے اوس وخزرج کے گریز پر نقد کیا ہے (۷۱) اور صنم عم انس کے لیے سورہ انعام:۱۳٦ ''..ھذاللہ بزعمھم...الخ'' نقل کرکے اس سے استشہاد کیا ہے (۷۳)۔ اسی میں سورہ ص:۵: ''اجعل الالھۃ الھا واحدا'' نقل کی ہے مگر اس کی تخریج رہ گئی۔

-بدء الوحی کے باب و بحث میں حسب معمول اہلِ سیر وحدیث سورہ اقراء کی اولین آیات کریمہ اور سورہ مدثر کی اولین آیات کے علاوہ علانیہ دعوت کے لیے سورہ شعراء ۲۱۴ ''وانذر عشیرتك الاقربین'' کا حوالہ اپنی زبان میں اور ابن القیم کے حوالے سے دیا ہے (۸۷ وما قبل وبعد: سورہ حجر:۹۴: فاصدع بما تومر الخ) اور مخالفت ابی لہب کے لیے سورہ المسد کی اولین دو آیات کریمہ۔

-مشرکین کے استہزاء خاص کر مستضعفین کے لیے سورہ انعام:۵۳: ''الیس اللہ اعلم...الخ''؛ سورہ نحل: ۴۱ ''والذین ھاجروا فی اللہ'' کے علاوہ ابوجہل مخزومی کی مخالفت نماز کے حوالے سے سورہ اقراء ۹-۱۰ کا ذکر کیا ہے (ص:۸۲)۔ نیز اس سورہ کی آیات: ٦-۸ کا (۸۳)۔ سجدہ مشرکین کے واقعہ کے لیے سورہ نجم :۱۸-۱۹ وغیرہ کے حوالے سے الغرانیق العلیٰ کا ذکر بلا نقد کیا ہے جس پر محشی کا تبصرہ بحوالہ محدثین کرام ہے (ص:۸۴)۔

-دربار نجاشی میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی قراءتِ سورۃ مریم، کہف، عنکبوت وروم کے علاوہ حضرت نجاشیؒ کی شان میں سورہ مائدہ: ۸۳-۸۵: ''واذا ماسمعواما انزل الی الرسول...الخ'' کے نزول کا خاص ذکر کیا

ہے(ص:٨٨)اور وفات نجاشی کے ضمن میں سورہ آل عمران:٩٩'' وان من اهل الكتب..الخ''،نقل کی ہے۔

-اسلام عمر کی حدیثِ ابن عباسؓ کے حوالہ سے سورہ طٰہٰ ٨:''الله لااله الاهو له الاسماء الحسنىٰ''،نقل کی ہے(ص:٩٩)۔

-سفر طائف سے واپسی پر جنات کی ملاقات و مشاہدہ کے لیے سورہ احقاف: ٢٨-٣٣ کا حوالہ ہے(ص:١١٢)۔

-مشرکین کے روح وصاحبان کہف کے بارے میں سوال و بحث کے لیے سورہ کہف کی آیات کے علاوہ سورہ اسراء وغیرہ کی آیات بھی نقل کی ہیں(صفحات:١٠٠ومابعد)۔

- ولید بن مغیرہ کے قرآن مجید پر سحر کا الزام لگانے کے معاملہ میں سورہ النحل: ٩٠''ان الله يامر بالعدل...الخ''،نقل کی ہے(١٠٣-١٠٤،اور تہدید الٰہی کے لیے سورہ مدثر:١١-٢٦)۔اسی طرح شق القمر کے معجزہ اور دوسرے معجزات کے مطالبہ مشرکین کے لیے مختلف سورتوں کی آیات نقل کی ہیں۔اسراء ومعراج کے لیے صرف سورہ نجم:١٣-١٤نقل کی ہیں۔

-اسلام انصار کے باب میں سورہ بقرہ ٨٩-٩٠،اوران کی تالیف قلوب کے لیے آل عمران١٠٣کے علاوہ ہجرت نبوی کے حوالے سے یس:٩اورانفال:٣٠کے حوالے ہیں۔

-غزوات نبوی کے مفصل مبحث و تذکرہ میں متعدد سورتوں کی آیات کریمہ کے حوالے ہیں اور اسلام حضرت عبداللہؓ بن سلام کے باب میں بنوالنضیر و بنوقریظہ کے باب میں سورہ حشر واحزاب کے اترنے کے عمومی حوالے(١٣٩ ومابعد)ہیں۔بعض دوسرے حوالے و استشہادات ہیں: واقعہ سریہ نخلہ میں بقرہ :٢١٧ وغیرہ؛ غزوہ بدر کے لیے آیات انفال وقمر:٤٥وغیرہ،غزوہ احد کے لیے آل عمران:١٢١-١٨٠؛غزوہ احزاب کے لیے آیات سورہ احزاب؛صلح حدیبیہ کے بعد سورہ فتح کا نزول؛ مومنات مہاجرات کے لیے:ممتحنہ :١٠؛حنین کے مغانم کے لیے چند آیات اورغزوہ تبوک میں بعض آیات سورہ توبہ ہیں۔

-حوادث سنن ہجرت کے مختلف مباحث میں متعدد آیات کے حوالے ہیں جیسے تحویل قبلہ میں سورہ بقرہ: ١٤٤-١٥٥؛ واقعہ افک میں آیات نور: ١٠-٢٦؛ وفودِ عرب کے لیے سورہ نصر۔

آیاتِ نصرانی سے حضرت شیخ کے استدلل و استشہاد میں ایک طریقہ تو یہ ملتا ہے کہ وہ اپنے خاص مصدرِسیرت ابن اسحاق سے آیات نقل کرتے ہیں یا دوسرے مصادرِ خاص کر زاد المعاد سے بھی ان کو لاتے ہیں۔ دوسرامنفی معاملہ ہے کہ وہ بہت سے اہم واقعاتِ سیرت کے باب میں قرانی استدلال واستشہاد سے گریز کرتے ہیں

اور اپنے مصدر خاص کے استدلالات چھوڑ دیتے ہیں۔

احادیثِ نبوی سے اضافات شیخ

مصادرِ مختصر سیرت کے مبحث میں شیخ نجدیؒ کے احادیث نبوی کے اضافات بے بہا کا مختصر حوالہ آتا رہا ہے اور اس سے ایک اشارہ ملتا ہے۔ احادیث نبوی اور ان کی معتبر و مقبول کتابوں سے روایات سیرت اور ان کے مآخذ پر اضافہ لازمی تھا کہ حضرت شیخ بذات خود ایک ماہر محدث تھے۔ ان حدیثی اضافات شیخ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وہ مختلف مصادر سیرت خاص کر ابن اسحاق کی روایات کے ضمن میں اور بسا اوقات ان کے بیانیہ کے دوران احادیث صحیحین وغیرہ کو لاتے ہیں اور امامان سیرت کے بیانیہ و روایت کی تائید مزید کرتے ہیں یا ان کے خلا کو پر کر دیتے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک فصل یا خاص مبحث کے تحت پورا بیانیہ کتب حدیث کی روایات پر استوار کرتے ہیں خواہ حوالہ ماخذ دیں یا نہ دیں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ بعض الفاظ و کلمات خاص کر مصطلحات کے معانی و مطالب کی شرح احادیث سے کرتے ہیں۔ ایسے بعض دوسرے اور طریقے بھی ہو سکتے ہیں اور ہیں بھی۔ ان سب کی افادیت یہ ہے کہ وہ مختصر شیخ صرف سیرت ابن ہشام کا اختصار نہیں رہ جاتا بلکہ ایک جامع مختصر سیرت کا مقام و مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ اہم ترین مختصرات سیرت کے گرامی قدر اور ماہر فن مؤلفین کا یہ ایک طریقہ رہا ہے۔ نجدی مختصرِ سیرت میں اضافاتِ حدیث کا ایک تجزیاتی مطالعہ مختلف عناوین کے تحت پیش کیا جاتا ہے۔

خاص فصول و مباحثِ حدیث

قصص انبیاء کرام: کے ضمن میں حضرت شیخ نے بخاری کی کتاب احادیث الانبیاء کے باب ''واتخذالله ابراٰهم خليلا'' سے حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں ایک طویل حدیثِ حضرت ابو ہریرہؓ کی سند سے نقل کی ہے: ''لم يكذب ابراهيم النبی ﷺ قط الاثلاث كذبات...'' اور اس پر نقد نہیں کیا جیسا کہ بعض نے کیا ہے۔ وہ حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور ان کے شوہر نامدار سے ازدواجی اور سماجی تعلقات اجاگر کرنے کے علاوہ یہ حقیقت بھی بتاتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نسل ابراہیمی و اسمٰعیلی سے تھے اور اس ضمن میں حضرت ابن عباسؓ سے ان کی ہجرت مکہ اور ام اسمٰعیل سے تعلق خاطر، ان کی مکہ میں سکونت اور تعمیر کعبہ وغیر کے علاوہ زمزم کے عطیہ الٰہی اور حضرت اسمٰعیلؑ کی بنو جرہم سے شادی اور ان کی دو ازواج مطہرات کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تبصروں وغیرہ کا مفصل بیان دوسری احادیث صحیحین سے کیا ہے۔ شیخ نجدیؒ کا یہ حدیثی اضافہ ابن اسحاق کی روایات پر ایک گراں قدر تبصرہ بھی ہے لیکن بلا نقد ہونے کے سبب قابل بحث ہے (صفحات:۱۶-۲۲ و مابعد)۔ حضرت شیخ کا یہ مختصر بیان کہ حضرت ابراہیمؑ کے فضائل و اکرام میں سے یہ بھی ہے کہ بعد کے تمام انبیاء کرام ان ہی کی ذریت میں

مبعوث کیے گیے۔ نقد حدیث/ احادیث ذرا بعد میں اپنے مقام پر آتا ہے۔ سردست درایتی لحاظ سے حضرت ابراہیمؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کے کذب اور تبصرہ کی طرف توجہ دلانی ہے۔

آغاز وحی: مصادرِ حدیث کے حوالے سے ذکر آچکا ہے کہ حضرت شیخ نے صحیح سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی کامل حدیث نقل کی ہے اور اس کے بعد حضرت ورقہ بن نوفلؓ کے تیرہ اشعار بھی نقل کیے ہیں جو سیرت ابن اسحاق کے عطایا ہیں، فترہ وحی اور حزن و ملال نبوی اور جبریلی تسلی اور وحی کی مسلسل تنزیل سے متعلق احادیث و روایات دی ہیں۔ ان احادیث و روایات کا ابن اسحاق سے ایک تقابلی مطالعہ خاصہ کی چیز ہوگا۔

انواع الوحی: کے تحت شیخ نے متعدد کا ذکر کیا ہے اور ان کو آیات قرانی اور احادیث دونوں سے مستند کیا ہے:

۱-رویا: ''قال عبید بن عمیر: رویا الانبیاء وحی'' ثم قرآ: انی اری فی المنام انی اذبحك'' (الصّٰفّٰت:۱۰۲)

۲-روع قلب میں نفث/ القاء: ''قال ﷺ: ان روح القدس نفث فی روعی...الخ

۳-تمثل ملک ومخاطبت اور اس مرتبہ/قسم میں صحابہ بھی کبھی فرشتہ کی رویت سے مشرف ہوتے تھے لیکن وہ تمثل بشری ہوتا تھا۔

۴-مثل صلصلة الجرس، وھو اشد علیه حدیث سے مستند کیا ہے۔

۵-اپنی اصل صورت میں فرشتہ کا آنا جو صرف دو بار ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ نجم میں ذکر کیا ہے۔

۶-آسمان میں خاص وحی الٰہی جیسا کہ شب معراج میں ہوا اور نماز کی فرضیت ہوئی (صفحات:۸۰-۸۱)۔

دربار نجاشی میں خطبہ حضرت جعفرؓ: کے ضمن میں حضرت شیخ نے بعض نئی معلومات دی ہیں جیسے عنکبوت وروم کی تلاوت سن کر حضرت نجاشیؓ کی آنکھوں کا بھر آنا اور ''مزید طیب'' کا مطالبہ کرنے پر ان کا سورہ الکہف کی تلاوت کرنا اور حضرت عیسیٰ کے باب میں سورہ مریم بیان کرنا اور حضرت نجاشیؓ کے ردعمل وحسن سلوک کو سورہ مائدہ:۸۳-۸۵: واذا سمعوا ماانزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع ...الخ سے مستند کرنا، اور حضرت نجاشی کی موت کا فوری بیان کرنے کے بعد رسول اکرم ﷺ کا ان کی نماز جنازہ ادا کرنا اور آل عمران: ۱۹۹ سے اسے مستند کرنا۔ غالب گمان ہے کہ وہ سب احادیث وتفسیری روایات سے کیا ہے کیونکہ ان کا حوالہ متن میں دیا گیا ہے اور نہ حواشی مرتب میں (صفحات:۹۱-۹۲)۔

اسلام عمرؓ: سے متعلق دعائے نبوی اور تسمیہ فاروق کی دو احادیث نقل کی ہیں جن کی مرتب نے احادیث

سے تخریج کی ہے مگر وہ ابن اسحاق کی احادیث ہیں۔ وہ واقعہ اسلامِ حضرت موصوف کے بارے میں حدیثی روایت ہے البتہ ابن اسحاق کی دو مشہور روایات کا خلاصہ حضرت شیخ نے نہیں دیا ہے۔

خاص بیانیہ سیرت میں مصادر مختصر شیخ کی بحث میں متعدد کتب حدیث کی احادیث و روایات اور ان پر نقد و قبول کا ذکر آچکا ہے۔ اضافات حدیث میں حضرت شیخ نے بہرحال متعدد کتب حدیث سے خاصا اضافہ واستفادہ کیا ہے۔ اس کا ایک عناوین وار جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

-رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ''ابن الذبیحین'' کی ایک حدیث شیخ گرامی نے بلا حوالہ نقل کی ہے اور محشی نامی نے مستدرک حاکم سے اس کی تخریج کی ہے مگر ماخذ موخر کا حوالہ دیا ہے۔

-ابن قدامہ کے حوالے سے یہ نئی روایت بیان کی ہے کہ ابو طالب رسالت و نبوت محمدی کا اقرار کرتے تھے مگر خشیت عار سے دین محمدی نہیں مانتے تھے۔ اس اقرار ابی طالب کی تائید میں ان کے اشعار بھی نقل کیے ہیں۔ ان میں حضرت موسیٰ کی مانند آپ کو نبی اور موسیٰ کا وزیر بتایا ہے (صفحات:۶۱-۶۲)۔

-بحیرا راہب کے قصہ میں ترمذی کی ایک روایت کو کہ آپ کے ساتھ حضرت بلالؓ کو ابو طالب نے بھیجا تھا واضح طور سے غلط قرار دیا ہے (ص:۶۴)۔

-الصحیح سے بدء الوحی کی حدیثِ عائشہؓ لفظ بلفظ کی ہے (۷۴-۷۵؛ وہی حدیث ابن اسحاق نے بھی دی ہے، کچھ اختلاف ہوسکتا ہے)۔ انواع الوحی کی مختصر تجزیاتی بحث شیخ میں اگرچہ مآخذ کا حوالہ نہیں ہے لیکن وہ حدیث کی مختلف روایات کا مجموعہ ہے (صفحات:۷۶-۷۷)۔

-اسلامِ حضرت ورقہ بن نوفلؓ کے اثبات میں جامع ترمذی کی حدیث نقل کی ہے: ''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم راہ فی المنام فی ھیئۃ حسنۃ'' (ص:۷۹)۔

-کوہ صفا سے خطبہ نبوی کے مختصر بیان کی تخریج محشی نے صحیحین، ترمذی اور نسائی کی حدیثِ ابن عباسؓ سے کی ہے (ص:۸۱)۔

-اسلامِ عمرؓ کے لیے دعائے نبوی اور ان کے تسمیہ فاروق کی دونوں روایات مسند احمد، ابن سعد، ترمذی، بیہقی کی تخریج محشی کی ہے (ص:۹۰)۔

-رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعذیب قریش کے بارے میں حدیث ''لقد جئتکم بالذبح'' اور ابو بکر صدیقؓ کی حفاظت ابی بکرؓ سے متعلق حدیثِ حضرت اسماءؓ کی تخریج محشی نے بیہقی کی حاکم سے روایت ابن اسحاق کی بنا پر کی ہے (ص:۹۹)۔

-سفر طائف سے واپسی پر مانگی جانے والی دعائے نبوی کا متن شیخ نے بلا حوالہ دیا ہے اور حاشیہ نگار نے سیوطی کی طبرانی کی کبیر کے حوالے سے تخریج کی ہے(ص:۱۱۲)۔

-بیعت عقبہ ثانیہ میں بیعت نبوی کا متن شیخ نے بلا حوالہ نقل کیا ہے اور محشی نے احمد،بیہقی کی اسناد جید سے تخریج کی ہے(۱۲۰،بارہ نقباءِ حضرت موسیٰؑ کی روایت بلا حوالہ بھی محشی کے بقول ان ہی دونوں کتب حدیث سے ہے)

مدنی دور کے بعض واقعات ومعاملات بھی حضرت شیخ نے بعض کتب حدیث سے لیے ہیں جیسے:

☆مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے بنوالنجار سے زمین بقیمت خرید کی حدیث صحیح بخاری سے (۱۳۶)، مدینہ آمد کے بعد حضرت ابوبکرؓ وعائشہؓ وغیرہ کی بیماری کی حدیث صحیح (ص:۱۳۷)

☆جامع الاصول سے حدیث مسلم وترمذی غزوہ بدر میں دعائے نصرت کے لیے (ص:۱۵۲)، ابوجہل مخزومی کے قتل کے بارے میں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت بقول محشی بخاری سے (ص:۱۵۵)

☆اسیران بدر کے معاملہ میں مشورہ فاروقی پر حدیث احمد ومسلم منتقی الاخبار سے محشی کے بقول (ص:۱۵۹)،صحیحین سے حضرت سعدؓ کی حدیثِ شیخ مدافعت نبوی میں فرشتوں کے قتال کے بارے میں (ص:۱۶۶)

☆صلح حدیبیہ کے بعض واقعات واحادیث کے بارے میں حواشی محشی کہ وہ احمد و بخاری کی احادیث ہیں یا حدیث صلح حدیبیہ ان دونوں سے ماخوذ ہے(صفحات:۱۷۷،۱۸۱وغیرہ)۔

☆ غزوہ خیبر میں دعائے نبوی کے متن پر حاشیہ کہ وہ نسائی،ابن حبان،حاکم کی حدیث ہے (ص:۱۸۶)، مال خیبر سے آسودگی کے بارے میں حدیثِ عائشہؓ کی تخریج نہیں کی گئی (ص:۱۸۹)۔

☆فتح مکہ کے موقع پر کتاب حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کی حدیث پر حاشیہ ’’بخاری ومسلم کی حدیث ہے(ص:۱۹۷)؛ غزوہ حنین میں رسول اکرم ﷺ کی کنکریاں مارنے کی حدیث صحیح مسلم سے لی ہے۔(صفحات: ۲۱۲ومابعد)۔

☆اسلامِ حضرت عدی بن حاتم طائی کی تخریج ترمذی سے (۲۲۵)؛ غزوہ تبوک میں وفاتِ حضرت ابوذرؓ کی حدیث صحیح ابن حبان سے (ص:۲۳۴)؛ مرض الوفاۃ کے بارے میں بعض روایات صحیح سے (ص:۲۴۸ ومابعد)۔

دروس وفوائدِ شیخ

امام نجدیؒ کے مختصر سیرت میں ایک اہم امتیاز شخصی یہ بھی ملتا ہے کہ وہ واقعات وروایات اور حقائق و بیانات سے نتائج و دروس اخذ کرتے ہیں تا کہ طالب حق اور قاری کتاب کو وہ فوائد و مقاصد حاصل ہوسکیں جن کے لیے وہ

وجود میں آئے تھے اور جن کی پیشکش سے شیخ کا مقصود عبرت دلانا ہے۔ فوائد و نصائح طلبی کا یہ عظیم سبق آموز کام اور سیرت نگاری اور مطالعہ حیات طیبہ کا عظیم تر مقصود وہ دو طرح سے اپنے مختصر میں اجاگر کرتے ہیں: ایک دین کی عظیم ترین دعوت توحید اور اسی کے منفی پہلو رد بدعات و مراسم شرک کے حوالے سے آتا ہے اور وہ ایک زیریں لہر کی طرح پورے مختصر میں بہا ہے، دوسرا واقعات اور روایات کے بیان کے بعد وہ درس عبرت اور تعلیم نصیحت کا تتمہ لگا دیتے ہیں اور طالب علم و حق کو اس سے آگاہ بھی کر دیتے ہیں۔ اول الذکر کا بیان و تجزیہ اپنے مقام پر آیا ہے اور دوم کا ایک مختصر جائزہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔ ان کے ان بیانات نصیحت میں احادیث شریفہ اور آیات قرآنی کا پشتہ لگا ہوتا ہے اور فکر و تدبر اور تعقل اور منطق و حکمت کا آمیزہ اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ وہ مصنف گرامی کی فکر اسلامی کا بنیادی پتھر ہے۔

اسلام و کفر کی حقیقت: تین سب سے بڑے اوثان/اصنام عرب کے ذکر کے بعد حضرت شیخ نے رسول اکرم ﷺ کی دعوت اسلام اور کفار مکہ کے اپنے شرک و کفر میں ابتلائے کے سبب اس کے انکار پر یہ عظیم ترین فائدہ اخذ کیا ہے کہ اسلام اجنبی شروع ہوا اور غریب الدیار بن جائے گا اور امت محمدی یہود و نصاریٰ کی قدم بہ قدم اور حرکت بہ حرکت پیروی کرے گی اور اس کے نتیجہ میں امت اسلامی تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ان میں سے صرف ایک فرقہ گامزن راہ نجات ہوگا۔ حضرت شیخ نے ان تین احادیث کو صحیحین سے نقل کر کے نتیجہ نکالا ہے کہ کفر و اسلام کے اجل المسائل میں سے اس مسئلہ کو جس نے سمجھ لیا ہے وہی فقیہ ہے اور وہی مسلم بھی اور مسلم اس شرط کے ساتھ ہوگا کہ اس پر عمل کرے (۲۴-۲۵؛ حاشیہ محقق میں ان احادیث ثلثہ کی ناقص تخریج ہے کہ صرف صحابی راوی کا ذکر ہے)

کفر ابی طالب و کفار قریش: -عم مکرم ابو طالب کی حمایت نبوی اور محبت و عقیدت بلکہ شیفتگی کے باوجود اپنے آبائی دین سے براءت نہ اختیار کرنے اور دعوت نبوی قبول نہ کرنے کے سبب ان کی موت کفر و شرک پر ہوئی تاہم رسول اکرم ﷺ نے ان کے لیے استغفار کرنے کا وعدہ کیا اور اس سے بالآخر اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا۔ حضرت شیخ نے استغفار کے ارادہ نبوی کا ذکر کیا ہے اور آیت توبہ:۱۱۳ نقل کی ہے اور اس کے بعد یہ نکتہ عبرت مختصر اور جامع انداز میں پیش کیا ہے کہ حق کی پیروی حق ہی کی خاطر ہو تو قابل قدر ہے اور کسی غرض دنیا کے سبب ہو تو قابلِ رد و تحقیر (صفحات:۳۴-۳۵)۔

-اسی کے معاً بعد سورہ نجم کے سجدہ اور اس پر سجدہ نبوی اور سجدہ کفار کا فرق واضح کر کے درس عبرت دیا ہے کہ مشرکین اور ان کے علماء رسول اکرم ﷺ کے پیش کردہ اسلام اور اپنے شرک کا فرق نہ سمجھ سکے۔ حضرت شیخ نے اس کو یوں واضح کیا ہے کہ وہ دراصل کافروں کے کانوں، دلوں اور نگاہوں پر مہر لگا دینے کا معاملہ ہے۔

(صفحات:۳۵-۲۶)۔

مختصر سیرت کے دوسرے حصہ یعنی اصل بیانیہ سیرت میں حضرت شیخ نے بعض واقعات سیرت اور مباحثِ ابن اسحاق کے ضمن میں دروس وفوائد کا پتہ لگایا ہے:

-قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے آیات ومعجزات کا مطالبہ کیا تو انشقاق القمر اور دوسری آیات الٰہی کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ وہ رسالت اور اس کے پیغام کی صحت وصداقت بھی تھی اور طالبان معجزات کے قطعی استیصال سے قبل ان پر حجت تمام کرنے کی سعی بھی تھی۔ آیات ومعجزات کی طلب ایمان لانے کے لیے نہ تھی۔ اس لیے آیات دکھانے کی حکمت ربانی اور نہ دکھانے کی رحمت الٰہی کا ایک عمدہ اشارہ حکیمانہ کیا ہے۔

-جن آیات ومعجزات کا ذکر قرآن مجید میں (آیاتِ اسرا: ۹۰-۹۶، نساء: ۱۵۳-۱۶۱، انعام: ۷۷وغیرہ) اور جن میں فرشتوں کا نزول بطور نبی، زمین سے پانی چشمے نکالنا، پہاڑوں کو سونا بنا دینا اور آسمان سے برکات اتارنا وغیرہ ہے ان کا مطالبہ اس لیے پورا نہیں کیا گیا کہ ان کے دکھانے کے بعد ایمان لانا واجب ہوجاتا اور بصورت عدم قبول ایمان ان کا استیصال واجب ہوجاتا۔

-حضرت شیخ نے انبیاء سابقین میں سے حضرات موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام سے ان کے قوم کے مطالبات معجزات کا ذکر کرکے واقعات سیرت وآیات عہد نبوی سے ان کو ارتباط دیا ہے۔

-متعدد مکی آیات الٰہی میں قریش مکہ کے کفر وانکار کی سزاؤں اور ان کے کامل استیصال کا بھی ذکر کیا ہے (سورہ قمر: ۱۶وغیرہ، ۴۵؛ مریم ۷۳-۷۴؛ فتح ۲۳۰) (صفحات: ۱۰۳-۱۱۱)

-تحویل قبلہ کی بحث میں بھی حکمت عظیمہ اور رحمت بیکراں کا اظہار کعبہ کی تعمیر ابراہیمی، کعبہ کی منزلت قبلہ اور بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل کے ذریعہ کیا ہے اور اس کو رسالت محمدی اور رسالت انبیاء سابقین پر کامل و جامع ایمان سے جوڑ دیا ہے (صفحات: ۱۴۰-۱۴۲)۔

-فرضیتِ قتال وجہاد کے ضمن میں ''بعض خصائص رسول اللہ'' بھی جہاد کے تعلق بیان کیے ہیں: آپ نے کبھی موت پر کبھی جہاد پر اور کبھی اسلام پر بیعت لی۔ اور فتح مکہ سے قبل ہجرت پر بھی بیعت لی اور توحید اور طاعت الٰہی و رسول کے لازمی ہونے پر ہمیشہ بیعت لی۔ اس کے علاوہ لوگوں کو سوال کرنے سے گریز کی نصیحت کی، مہموں کے دوران دشمنوں کی خبر رسانی کے لیے طلائع، جاسوس اور محافظین بھیجے، دشمن سے مڈبھیڑ میں اللہ تعالیٰ سے دعا و مدد طلبی کی نصیحت و وصیت کی، جہاد میں میں سب سے زیادہ مشاورت فرماتے۔ ان کے علاوہ متعدد دوسرے خصائص بیان کیے ہیں (صفحات: ۱۴۳-۱۴۴)۔

-غزوات وسرایائے نبوی کے ضمن میں بھی شیخ نے بعض فوائد کا ذکر بعض مہموں کے تعلق سے کیا ہے۔ وہ مختصر سیرت کے علاوہ بعض اور رسائلِ شیخ میں بھی ہے مثلاً ''بعض فوائد صلح الحدیبیہ'' کے عنوان سے حضرت شیخ کے رسالہ کو ناصر بن سعد الرشید نے اپنی تحقیق سے شائع کیا ہے۔ اس میں ایک سو انتالیس فوائدِ بیعت اختصار کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ان میں سے عظیم ترین (اعظمہا) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لاالہ الااللہ کو کلمۃ التقویٰ قرار دیا ہے۔ دوسرے بعض فوائد ہیں:۔محمد رسول اللہ ﷺ پر حضرت ابوبکرؓ کا استدلال رسالت جو حضرت عمرؓ پر مشکل ہوگیا تھا۔اعمال قلوب اللہ کے نزدیک عظمت رکھتے ہیں اور وہی اہل شجرہ کے امتیازات تھے، مجاہدین صرف اللہ کے لیے غضب کرتے ہیں۔بعض محبوبات سود مند نہیں ہوتے بلکہ نقصان رساں ہوتے ہیں جبکہ مکروہات منافع کے حامل ہوتے ہیں۔ فضائل صرف عفووعنایت الٰہی سے ملتے ہیں، حضرت ابوجندلؓ کے ایمان وصبر سے صحابہ کو قوت ملی، حضرت عثمانؓ کے قصہ سے ان کو علم وادب کی غزارت (گہرائی وگیرائی) نصیب ہوئی۔عدم غضب کی صورت رافت و رحمت نبوی ہوتی تھی۔حضرت عمرؓ کے قول: اخاف علی نفسی سے خوف مذموم مراد نہیں، اسی طرح مکہ میں ان کے خاندان بنو عدی کے نہ ہونے سے ان کے توکل علی اللہ پر ضرب نہیں پڑتی۔عروۃؓ ثقفی سے قول ابی بکرؓ فحش مذموم کی قبیل سے نہیں تھا۔صحابہ کرام کا تھوک و وضو اور بالوں سے شغف وفعل بھی غلو مذموم نہیں۔ایسے دوسرے مذمومات بھی ہیں۔ وہ محبت نبوی اور ادب نبوی کی شدت تعظیم ہیں۔ متعدد کو رجاء، محبت یقین، سکینت، ثبات، اکرام، علم وحکمت وغیرہ قرار دیا ہے۔سورہ فتح کے نزول کو علامات نبوت میں سے گنایا ہے۔کمال صدیقیت ابی بکرؓ اور کمال قوت عمر، فضائل صحابہ کرام کے علاوہ مشاجرات میں سکوت کو اہل السنّت کا امتیاز بتایا ہے۔ان تمام میں ان کے مختصر جملے اور عبارتیں حکمت کے ساتھ ادبیت کی بھی حامل ہیں۔

-مختصر سیرت میں غزوہ حنین کے بعد ایک خاص فصل میں غنائم حنین کو فتح اعظم کے شکرانہ کے بطور حکمت الٰہی کا اقتضاء بتایا ہے(ص:۲۱۶)۔

-غزوہ طائف سے بعض فقہی احکام کا استنباط کیا ہے(صفحات:۲۲۱-۲۲۲)۔

ان کے علاوہ دوسرے غزوات کے باب میں بعض بعض حکیمانہ تبصرے بھی فوائد و دروس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

مختصر سیرت کا تنقیدی تجزیہ

امام محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے ''مختصر سیرۃ الرسول ﷺ'' کا ذکر جمیل قریب قریب تمام اہل علم نے کیا ہے اور انتہائی تعریف وتحسین کے ساتھ۔مبالغہ آمیز مدحِ مصنف اور اسی قدر غلو آمیز تذکار تصنیف کچھ تو مشرقی مسلم

سائیکی کی دین ہے اور کچھ زیر بحث کتاب و صاحب کتاب سے بیجا شیفتگی کی نوازش، مسلکی عصبیت، سیاسی حمایت اور دینی طرفداری اور ان جیسی غیر علمی اور غیر اسلامی جانبداریاں اور غیر معروضی رجحانات وخیالات ان کے پروردہ عناصر ہوتے ہیں۔فنی لیاقت وتربیت کی کمی اور علمی وتحقیقی مزاج کی ناسازی مطالعہ ونگارش دونوں کو متاثر کر کے تحلیل وتجزیہ اور تنقید وتبصرے سے باز رکھنے کی نامعقول رکاوٹیں ہیں۔تنقید وتجزیہ کی کسوٹی پر کسی علمی فن پارے کو پرکھنے اور کسنے کے عمل کو مداحان قوم اور طرفداران مشائخ غیر اخلاقی ہی نہیں جارحیتِ عملی قرار دیتے ہیں حالانکہ فن وعلم اور ان سے زیادہ قرآن وحدیث اور اسلام و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے کہ عدل وانصاف کے ساتھ پرورش لوح وقلم کا نازک کام کرنا لازمی ہے۔حضرت شیخ کے مختصر سیرت کا ایک معروضی، اسلامی، علمی اور تحقیقی تجزیہ اور فنی تنقیدی مطالعہ بھی اسی طرح ناگزیر ہے اگر اسلامی اصول نقد واصلاح کا ذرا بھی خیال ہے۔تنقید وتجزیہ سے نہ جانے کیوں صرف عیوب شماری مراد لی جاتی ہے، وہ تو کارِ تنقیص و دشنام طرازی ہے۔ ناقدانہ وتجزیاتی مطالعہ محاسن ومعایب دونوں کو آنکتا ہے۔

نجدی مختصر سیرت کے مختلف مباحث سیرت اور مشمولاتِ کتاب کے ایک عام جائزے سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب کے دو الگ الگ حصے ہیں: اولین حصہ حضرت مصنفؒ کے مقدمہ اور دعوتی دائرہ کار اور ماخذ ومصدر کے مباحث کے خلاصے اور اختصار سے متعلق ہے اور وہ کوئی چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔اس مبحث شیخ میں ان کے منہج اصلاح ودعوت کے پس منظر وفریم ورک میں متعدد دعوتی واصلاحی بیاناتِ شیخ ہیں جو دعوت توحید دیتے اور ردشرک و بدعت کرتے ہیں۔اسی میں اختصار نویس مصنف گرامی نے اپنے ماخذ سیرت ابن اسحاق/ ابن ہشام کے مشمولاتِ کتاب کے متعدد مباحث کے خلاصے اپنے حساب سے کیے ہیں۔ وہ دو طرح کے ہیں: ایک نوع ان مباحث و ابوابِ کتاب کی ہے جن کا خلاصہ کسی قدر لمبا اور بسا اوقات کافی مفصل کیا ہے جن سے امورِ مباحث مفہوم ہوجاتے ہیں۔ دوسری قسم کے ایک دوسطری اختصارات ہیں اور ان سے زیر بحث امورِ سیرت کا علم تو ہوجاتا ہے اور مصنف اصلی کے بیان کا بھی پتہ چل جاتا ہے لیکن وہ معاملات سمجھ میں نہیں آتے۔ان دونوں کا تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ اختصارِ شیخ گرامی کا طریقہ ناہموار وغیر متوازن ہے خاص کر غیر مفہوم مختصرات نہ تو روایاتِ مصدر بتاتے ہیں اور نہ ہی سیرت و تاریخ کے واقعات۔اختصار وخلاصہ سیرت وکتاب کے اصول کے اعتبار سے ایک اہم اور فنی لحاظ سے خاصا پریشان کن طریقِ شیخ یہ ہے کہ وہ متعدد ضروری مباحث کو سرے سے نظر انداز کر گئے جیسے ان کے امام سیرت نے بعض امورِ حیات طیبہ میں کیا تھا اور بہت سے مباحثِ مصدر اول کو شیخ گرامیؒ نے خود قلمزد کر دیا اور ان کا حوالہ تک نہ دیا۔ اصل مبحثِ سیرت یعنی حصہ دوم میں بھی حضرت شیخ کے اختصار وتلخیص کے یہی تینوں طریق ملتے ہیں اور ان کا ذکر و

حوالہ بعض عناوین کے تحت آگے آتا ہے۔

تاریخی توقیت کا معاملہ

سیرتِ نبوی پر مشتمل دوسرے طویل تر اور مفصل تر حصہ میں حضرت شیخ نے قریب قریب دوسو صفحات میں مباحثِ سیرت ابن اسحاق کی تلخیص پیش کی ہے۔ اولین حصہ کے مانند یہ اصل مبحث ومختصر تاریخی تناظر میں توقیتی طریق کی پوری پابندی کرتا ہے اور واقعات وروایاتِ سیرت کو ان کے وقوع کے لحاظ سے لاتا ہے۔ مختصر نگار نے غالباً اپنے امامِ سیرت کے زیراثر ہی بعض واقعاتِ سیرت کے توقیتی وتاریخی تناظر وترتیب میں تقدیم وتاخیر کا غیر مورخانہ عمل بھی روا رکھا ہے مثلاً وفاۃِ عبداللہ والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان کے تحت والد ماجد کے ساتھ والدہ ماجدہ کی وفات کا بھی ذکر کردیا جو چھ سال بعد کا واقعہ فاجعہ سیرت تھا۔ اسی میں کفالتِ جدامجد عبدالمطلب، ان کی وفات، بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت نبوی کی وصیت کا ذکر مختصر کرکے پھر سے جدامجد عبدالمطلب کا مفصل بیان لائے ہیں اور ان کی اولاد کے ذکر کے ساتھ ان کی حیات وکارکردگی کو بھی بیان کیا ہے جو بعد کے واقعات ہیں اور ان کا واقعاتِ سیرت سے ذرا بھی علاقہ ہے، نہ تعلق وربط۔

-ابوطالب کی کفالتِ نبوی کے باب میں ہی ان کی حمایت و مدافعتِ نبوی، ملت آباء پر ان کی وفات اور استغفار نبوی کا ذکر کرکے مقدم وموخر کو باہم ملادیا اور تاریخی ترتیبِ واقعات نظرانداز کردی۔

-اولین ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ سے نکاح نبوی اور ان کی تازندگی دوسرے نکاح کی واقعیت تو بیان کی لیکن حضرت خدیجہؓ کے خاندان، ان کی مالی حیثیت، تجارتی منزلت کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور اس سے زیادہ یہ ستم کیا کہ ان کے بطن سے اولاد نبوی کا ذکر خیر بھی قلمزد کردیا جو کہ ان کے ماخذ سیرت میں اسی ضمن میں موجود ہے۔

-''بناء الکعبۃ'' کے مبحث میں ۳۵ سال کی عمر شریف میں تعمیر کعبہ میں حصہ لینے کے اہم واقعہ میں حضرت اسمٰعیلؑ سے بعد کے زمانے تک تعمیر وولایت کعبہ اور اجازہ وغیرہ کا بھی ذکرِ تاریخی کردیا ہے اور بدعاتِ حمس کا بھی اور اس کے بعد آپ کی تعمیر کعبہ میں کارکردگی کا ذکر کیا ہے اور بعد کی تعمیرات کا بھی۔ سب سے حیرت ناک یہ بیانِ شیخ ہے کہ اس تعمیرِ دوم میں آپ نے ازار اتارنے کا ارادہ/عمل کیا تھا جس پر غیبی تنبیہ کی گئی جبکہ وہ آپ کے بچپن میں اولین تعمیرِ کعبہ کا واقعہ ہے۔

-اس کے بعد جاہلیت کے بعض احوال اور عمرو بن لحی کی دینِ ابراہیمی کی تبدیلی اور بربادی کا مقدم مبحث موخر مقام پر لے آئے ہیں، اصنام عرب کے مفصل ذکر کے بعد بدء الوحی کا مبحث آیا ہے جو مصدر سیرت میں خلوت گزینی کی روایت اور تحنثِ نبوی کی سنت کے بعد ہی متصلاً آیا ہے۔

-ہجرتِ حبشہ کے مکی واقعہ کے ساتھ ہی حضرت نجاشیؒ کو دعوتِ اسلام دینے اور حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیانؓ سے شادی کرنے کا واقعہ متاخر بیان کر دیا ہے اور اس کے بعد قریشی وفد کے بھیجنے اور دوسرے واقعاتِ ہجرت حبشہ کا بیان پیش کیا ہے اور اس کا خاتمہ موت النجاشی پر کیا ہے۔ یہ تمام توقیتِ تاریخی کے خلاف ہے۔

-اس کے بعد اسلام حمزہ و عمرؓ کا بیان ہے۔ حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کا واقعہ بھی تلخیص شدید کا شکار ہو گیا۔

-مدنی دور کے واقعات و احوال میں بھی تاریخی توقیت کا خیال نہیں رکھا۔ ان کا یا ان میں سے بعض کا حوالہ و ذکر آگے کسی عنوان کے تحت آتا ہے۔

-غزواتِ نبوی میں اسی طرح کی تقدیم و تاخیرِ واقعات کا سلسلہ ملتا ہے جو اگلے مباحثِ نقد کے تحت مزید واضح ہوگا۔ مثلاً غزوہ تبوک میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی شرکت کے ساتھ ان کی وفات کا واقعہ۔

متعدد مباحث کتاب و سیرت کا فقدان

صاحب مختصر سیرت نے اپنے مصدر و ماخذ ابن اسحاق/ابن ہشام کے متعدد مباحث کا ذکر، خلاصہ حتی کہ حوالہ تک نظر انداز کر دیا ہے۔ اصولی طور سے کسی تلخیص نگار کو یہ حقِ قطع و برید حاصل نہیں کہ وہ کسی مبحثِ کتاب اور وہ بھی مبحث سیرت کو اس طرح قلمزد کر دے کہ کتابِ سیرت کا ورق ہی اڑ جائے۔ نقد و نظر اور اختلافِ فکر و بحث کی وجہ سے وہ تنقید و تبصرہ کا حق رکھتا ہے اور حضرت شیخ نے اس کا خاصا استعمال بھی کیا ہے جیسا کہ ان کے تنقیدی تجزیہ میں ذکر آتا ہے۔ خاص طور سے حضرت شیخ نے دوسرے مصادرِ حدیث و کتاب سے کافی روایات و احادیث کا اضافہ کیا ہے اور ان کے سبب نقد و تبصرہ سے کام بھی لیا ہے۔ کسی بھی مختصرِ سیرت میں اور وہ بھی حضرت شیخ جیسے عبقری صاحبِ قلم اور مخلص داعی و مصلح کی تلخیص میں ایسی تسامحات کا وجود فنی و علمی قصور کا اشاریہ ہے۔ مختلف مباحثِ سیرت سے چند اہم ترین مفقود و غیر مذکور واقعاتِ سیرت کا ذکر کیا جاتا ہے، ورنہ یہ بابِ تنقید و تبصرہ ایک تحقیقی مقالہ کا طالب ہے۔

-نسب و خاندانِ رسالت میں متعدد افراد و اکابر کے بارے میں معلومات مفقود ہیں جیسے اولادِ ابوطالب میں ان کی بنات کا ذکر نہیں۔ اوپر کی پیڑھیوں میں قصی کے اجداد و اکابر کا تذکرہ بھی رہ گیا ہے اور ان کے اخلاف میں عبدمناف کا بھی۔

-والدہ ماجدہ رسالتمآب ﷺ۔ بی بی آمنہ بنت وہب زہری۔ کا نام و خاندان مختصر سیرت میں نہیں آیا۔

-رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت کا ایک ناکافی حوالہ نسب النبی ﷺ میں صرف اتنا کیا ہے کہ آپ عام

الفیل میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ امام سیرت ابن اسحاق کی بیان کردہ تاریخ دوشنبہ۱۲ربیع الاول کا حوالہ تک نہ دیا اور نہ ہی کسی دوسری سیرت و حدیث سے اور کوئی تاریخ ہی دی، کم از کم دوشنبہ کا ذکر تو کیا ہوتا۔ والد ماجد کی وفات کا سنہ اور وقت بھی نہیں متعین کیا جو مصدر سیرت میں موجود ہے اور وفات جد امجد کے وقت سن نبوی کا حوالہ بھی غائب ہے۔

-کفالتِ نبوی کے باب میں زبیر بن عبدالمطلب کی کفالت و تربیت کا ذکر بھی نہیں کیا کہ مصدرِ سیرت میں بھی وہ مفقود ہے۔

-رضاعتِ نبوی کے باب میں ابن اسحاق/ابن ہشام نے حضرت ثویبہ اسلمیہؓ کی رضاعت نظر انداز کر دی مگر رضاعتِ حلیمہ سعدیہؓ تو کافی مفصل بیان کی ہے۔ حضرت شیخ نے دونوں رضاعتوں کا ذکر نہیں کیا۔ صرف رضاعت اور اس کے عجائب کے ذکرِ امام کا ایک ناکافی حوالہ ضرور دیا ہے۔

-کعبہ کی اولین تعمیر قریش جب آپ کی عمر شریف دس بارہ سال کی تھی، مصدر سیرت میں ہے مگر مختصرِ سیرت میں ساقط کر دیا گیا اور اس نے خلط مبحث پیدا کیا، اسی طرح جد امجد کے ساتھ مدینہ کے اولین سفر نبوی کا ذکر بھی نہیں کیا۔

-حضرت خدیجہؓ اور دوسرے اولاد و فرزندان نبوی کا ذکر شیخ گرامی نے کسی جگہ نہیں کیا۔

-اولین اہل ایمان میں حضرات خدیجہؓ و ابوبکرؓ و علیؓ کا ذکر بہت مختصر ہے اور ان کے مقابلے میں حضرت زید بن حارثہؓ کا ذکر و اسلام کا کافی مفصل۔ دعوت صدیقی پر ایمان لانے والے سابقین اولین اور دوسرے قریشی و مکی خاندانوں کے اکابر مسلمین کا ذکرِ سیرت ابن اسحاق سوائے عثمانؓ و طلحہؓ و سعدؓ کے مختصر شیخ میں بار نہیں پا سکا۔ آل یاسر میں عمارؓ و سمیہؓ کا ذکر تو آیا ہے مگر دوسرے مستضعفین حضرات بلالؓ و عامرؓ بن فہیرہ و جاریہ بنی عدیؓ کا ذکر ناقص ہے اور دوسروں کا مفقود۔

-اسلامِ حضرت عمرؓ کے باب میں ابنِ اسحاق کی دونوں روایات کی تلخیص کی ہے اور نہ ان کا حوالہ دیا، البتہ بروایتِ ابن عباس پورا واقعہ ضرور بیان کیا ہے۔

-وفاتِ حضرت خدیجہؓ و ابوطالب کے سنہ و تاریخ کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اسی طرح سفرِ طائف کی تاریخ اور اکابرِ ثقیف سے ملاقات کا حال نقص کا شکار ہے۔

-ہجرت سے قبل بلکہ وفاتِ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت سودہؓ و حضرت عائشہؓ سے زواج نبوی کا پورا مبحث تلخیص شدید کی نذر ہو گیا۔ حقیقت میں امہات المومنین کا پورا باب و ذکر خیر مختصر سیرت میں کسی طرح بار نہیں

پا سکا۔ بعد ہجرت مدینہ تعمیرِ مسجد نبوی کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے آپ کی شب زفاف (بناؤہ بعائشۃ) کا حوالہ اچانک آجاتا ہے اور حیران کر جاتا ہے۔

مدنی دور کے متعدد مباحث تشنہ، ناقص رہ گئے ہیں کہ شیخ گرامیؒ نے اختصار شدید کا غیر متوازن طریق اختیار کیا۔ان میں شامل ہیں:

-یہود سے رسول اللہ ﷺ کا سنہ۲ ہجری میں معاہدہ صرف عنوان وحوالہ تک رہ گیا جبکہ متنِ معاہدہ ابن اسحاق کا عطیہ خاص ہے اور اسلامی ریاست ومعاشرہ کی تنظیم وتعمیر کا ایک بنیادی پتھر۔

-سلسلہ سرایا وغزوات میں غزوہ بنی قینقاع، غزوہ بنی النضیر اور غزوہ بنی قریظہ بہت مختصر، تشنہ اور ناقص ہیں۔اول الذکر نسبتاً مفصل ہے۔غزوہ بنی النضیر کے بارے میں صرف یہ بیان ہے کہ وہ۴ ہجری کے ماہ ربیع الاول میں ہوا اور اس میں سورہ حشر کا نزول ہوا اور اسے بئر معونہ کے واقعہ کے بعد رکھا ہے اور وہ بھی صرف عنوان ہی عنوان ہے،اس کا المیہ وواقعہ مفقود ہے۔غزوۂ مریسیع بھی خاصا تشنہ اختصار ہے، بہرحال وہ مذکورہ بالا سے بہتر ہے۔

-غزوہ بنی قریظہ کی کچھ تفصیل ضرور آئی ہے مگر وہ خاصی ناقص ہے۔

-دوسرے غزوات میں غزوہ حنین، طائف وغیرہ کی تشنگی اختصار شدید کی وجہ سے ہے۔

-سرایا میں صرف غزوۂ موتہ اور سریہ الحرقات کا ذکر کیا ہے یا بدر سے قبل کی ابتدائی مہموں کا، بقیہ سرایا کا ذکر وحوالہ مفقود ہے۔

-حجۃ الوداع کا بیانیہ/اختصارِ شیخ بہت ناقص ہے۔اس میں حج اسلام کے ارکان کی ادائی، نبوی سنتوں اور ہدایتوں کا ذکر بہت تشنہ ہے اور واقعاتِ سفرحج تو بالکل مفقود ہیں۔

-وفاتِ نبوی کی روایت زہری سے نقل کی ہے جس میں یوم الاثنین (دوشنبہ) کو شدت ضحیٰ کے وقت وفات پانے کا ذکر ہے لیکن سنہ وتاریخ وماہ کا ذکر بالکل نہیں کیا۔اسی طرح آپ کی تدفین وغیرہ کا بابِ ملال حسرت ناک قطع وبرید کا شکوہ کناں ہے۔

-امہات المومنین اور اولاد نبوی کا پورا بابِ محبت مفقود ہے۔سیرتی واقعات کے ضمن میں متعدد ازواج مطہرات سے زواج نبوی کا ذکر مصدرِ سیرت میں ہے، حضرت شیخ نے اس کو بھی قلم زد کر دیا ہے۔صرف چند خواتین سے نکاح کا ذکر البتہ کیا ہے۔ان میں حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت ام حبیبہؓ شامل ہیں۔

مختصرِ سیرت میں واقعاتِ سیرت اور ان میں بنیادی معلوماتِ سیرت کا قلمزد کیا جانا خاصا خطرناک اور ناقص اختصار کا طریقہ ہے۔اپنے مصدرِ سیرت ومعلومات کے بنیادی مباحث کا مختصر مختصر ذکر وبیان ضروری تھا اور

حضرت شیخ نے اس سے نہ جانے کیوں صرف نظر کیا۔اس سے تلخیص و اختصار کے اصول وضوابط کی خلاف ورزی تو ہوئی قارئینِ مختصر سیرت کو بنیادی واقعات وحقائق سے محرومی کا تلخ تجربہ اٹھانا پڑا۔طریقِ تالیف وتہذیب کا اقتصایہ ہے کہ وہ اپنی زیرِ تلخیص کتاب کے مباحثِ ضروری کی تلخیص کے ساتھ ساتھ اس کی ضروری خلاؤں اور ناکامیوں کو بھی پر کرے۔حضرت شیخ نے دوسرے مصادرِ سیرت وحدیث سے اضافات گراں قدر کیے اس لیے اس سے یہ بجا طور پر توقع تھی کہ وہ سیرت ابن اسحاق میں مفقود اور ناموجود یا تشنہ مباحث کو دوسری روایات سے پورا اور باعث اطمینان بنائیں گے۔اس کے برعکس موصوف گرامی نے اصل کتاب کے بہت سے لازمی معلومات و واقعات کو ہی حذف کردیا۔

درایتی نقد کی کمی

مختصرِ سیرت کا ایک بڑا تنقیدی المیہ یہ ہے کہ ان کے امام ومصدرِ سیرت ابن اسحاق نے جن روایات کو مزعومات میں شمار کیا ہے وہ ان کو بطور صحیح روایات سیرت سمجھ کر پیش کرتا ہے۔ بیشتر محققینِ سیرت نے محض کتابِ ابن اسحاق یا کسی اور مصدرِ سیرت وتاریخ میں روایات کے نقل کو معیارِ صحت سمجھ لیا۔حالانکہ ان روایات کو امامانِ سیرت و تاریخ نے ''فیما یزعمون/ زعموا'' وغیرہ کلماتِ تنقید اور اصطلاحاتِ تضعیف و جرح کے ساتھ بیان کرکے ان کو صحیح نہیں قرار دیا۔ایسی روایات مختصرِ سیرت امام نجدی میں بہت سی ہیں جیسے:

-ہاشم بن عبد مناف کو''رحلة الشتاء و الصيف'' کا بانی قرار دینا یا ان کی منزلت میں مبالغہ کرنا۔

-عبد المطلب کی نذرِ ذبح فرزند اور عبداللہ کو''الذبیح'' قرار دینے کی روایت سراسر مزعومہ ہے اور حدیث ''انا ابن الذبيحين'' خاصی محل نظر۔

-بحیرا راہب کی روایت ابن اسحاق میں مزعومہ ہے اور مختصرِ سیرت اور امام سیرت کے شیدائیوں نے خاص کر متاخر سیرت نگاروں نے ان کو صحیح روایات ومعتبر احادیث سمجھ کر بیان ہی نہیں کیا بلکہ اپنی تالیفات میں ان کو بلا نقد وتبصرہ بیان کرکے حقائق و واقعات کو مسخ کیا اور عام قارئین کو غلط راہِ نگارش ومطالعہ پر ڈال دیا۔

☆درایتی اور روایتی دونوں معیارات نقد وتحلیل پر پرکھنے سے مصدرِ سیرت اور اس کے مختصر نجدی میں موجود بہت سے روایات ناقص آئی ہیں جیسے:

۱- قصی بن کلاب کے مناصب میں چھ کی جگہ صرف پانچ کا ذکر کیا گیا ہے۔ قیادہ کا ذکر دونوں نے نہیں کیا۔ ابن اسحاق کی ہاشمی جانبداری ان کے بیانات پر پڑی اور ان کی ناقص، جانبدارانہ روایات کو دوسروں کی طرح امام نجدی نے بھی قبول کیا اور بنوامیہ اور ان کے اکابر خاص کر عبد شمس کے ساتھ روایتی تعصب کیا۔

۲- عبدالمطلب ہاشمی کے خزاعہ سے معاہدہ حلف کو فتح مکہ کا ایک سبب قرار دینا یا خزاعہ کا بنوالنجار کی اعانت کے سبب عبدالمطلب سے معاہدہ کرنا، اور خاندان بنو ہاشم کے بعض اور اکابر کے بارے میں روایاتِ مختصر سیرت قابل غور وفکر ہیں۔

۳- شیخ گرامی نے پچیس سال کی عمر میں آپ کے سفر شام کے لیے مال تجارت خدیجہؓ کے ساتھ جانے کا ذکر کیا ہے جبکہ آپ ﷺ نے اس سے قبل بھی سفر کیا تھا۔

۴- ابوطالب ہاشمی کے اقرار رسالتِ نبوی اور ان کے اشعار بھی درایتی لحاظ سے قابلِ قبول نہیں ہیں۔

۵- زہری کی روایت کہ حضرت زید بن حارثہؓ سے قبل کسی نے اسلام قبول نہیں کیا تھا شیخ گرامی نے بلا نقد قبول کرلیا حالانکہ وہ صحیح نہیں ہے۔ ایسی متعدد روایات مختصر ہیں جو ابن کثیر یا ابن اسحاق وغیرہ سے شیخ گرامی نے لی ہیں اور ان کو درایتی و روایتی اصول پر نہیں پرکھا۔

☆ غلط روایات مصدر کو بلا نقد وتبصرہ قبول کرنا بھی درایتی تجزیہ کے فقدان کی طرف اشارہ کرتا ہے جیسے:

-واقعۂ معراج میں حضرت موسیٰؑ کا گریہ کہ میرے بعد ایک ''غلام حادث'' مبعوث ہوگا اور اس کی امت میری امت سے زیادہ ہوجائے گی قابل قبول نہیں ہے۔

-روایت بابت ''الغرانیق العلیٰ'' کا بلا نقد بیان کرنا اسی میں سے ایک ہے اور محشی کو اس پر نقد کرنا پڑا۔

-ہجرتِ نبوی کے وقت مکہ مکرمہ میں صرف حضرات ابوبکرؓ، علیؓ آپ کے حکم سے رہ گئے تھے اور باقی ہجرت کر گئے تھے صحیح نہیں۔ مکی مسلم تعداد کافی تھی۔

-غار ثور میں مکڑی کے جالے بننے کی روایت بلا نقد بیان کی ہے۔ دوران ہجرت قصۂ ام معبد بھی اسی طرح بلا نقد صحیح روایت کے طور پر آیا ہے۔

-مواخاۃِ مدنی میں انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ کو صحیح روایت قرار دیا ہے اور مہاجرین کے درمیان مواخاۃ کی مجروح روایت کو صحیح نہیں مانا۔ ان کا یہ تجزیہ ونقد بنیادی مصدر کے خلط ملط کے زیر اثر ہے اور مکی مواخاۃ کا اپنے مصدر کی طرح ذکر ہی نہیں کیا۔

-سنہ ہجری یعنی نبوت محمدی کے چودھویں برس تاریخ/تقویم ایجاد کی گئی۔ وہ عہد نبوی کا واقعہ نہیں بلکہ خلافت فاروقی کا ہے۔

-ارکان اربعہ۔ نماز، روزہ، صدقہ/ زکوٰۃ اور حج۔ کی فرضیت اور ان کے مسائل واحکام بھی بلا نقد وغور و تجزیہ بیان کیے گئے ہیں۔

-غزوات کے باب میں ایسی ضعیف یا غلط روایات کا اخذ وقبول ملتا ہے جیسے غزوہ بدر میں بنو ہاشم کے واپس جانے کا ارادہ، اسی غزوہ میں صورت سراقہ میں ابلیس کا تمثل واعلان، غزوہ احد میں شہادت نبوی کی افواہ سے بیشتر اہل ایمان کی شکست خوردگی، صلح حدیبیہ کے موقعہ پر کتاب صلح اور واقعہ حضرت ابوجندلؓ کے بعد حضرت عمرؓ کا شک وشبہ، فتح مکہ کے بیانیہ میں ابوسفیان کی تجدید صلح کی مبینہ روایت میں حضرت حسنؓ کو حلم وجوار دینے والا بیان کرنے کی روایت، امان ابن ابی سرحؓ میں تاخیر نبوی کا سبب، عتاب بن اسید خزاعیؓ کو تجدید انصاب حرم کی ذمہ داری، عتاب بن اسید خزاعی تھے یا کوئی اور؟

-غزوہ حنین میں مرحلہ ہزیمت میں آپ کے ساتھ صرف مہاجرین کا ایک ''نفر'' اوراہل بیت تھے۔ان میں انصار کے مجاہدین بھی شامل تھے حتی کہ بعض خواتین بھی، شکست وفرار مسلمان پر ابوسفیانؓ وغیرہ کے طنزیہ تبصرے بھی نا قابل قبول ہیں۔

-غزوہ طائف کا بیان خاصا تشنہ اور ناقص ہے، صرف دو چار روایات نقل کی ہیں۔

-غزوہ تبوک میں مہاجرین میں سے صرف عطیہ عثمانؓ کا ناقص/کم مقداری ذکر ہے اور دوسرے صحابہ کرام کی عطایا کا مفقود۔

☆وفود العرب میں صرف چند کا ذکر کیا ہے اور زیادہ زور اشعار پر دیا ہے۔اس لیے ذکرِ وفود ناقص رہ گیا ہے۔

-وفد بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب سے مراسلتِ نبوی کا ذکر صحیح مقام پر نہیں ہے کہ ان کے ہی بقول یہ معاملہ ۱۰ھجری کے اواخر کا تھا۔

-حج ابی بکرؓ پر محشی گرامی کی توجیہ عجیب ہے۔حج نبوی میں تاخیر اور حج ابی بکرؓ کی تقدیم کی وجہ عرب جاہلی کے فسق وفجور پر قیام ومداومت قابل قبول نہیں، اس کی وجہ بلکہ وجوہ دوسری تھیں۔

-حجۃ الوداع کا باب وبیانیہ بہت ناقص اختصار ہے۔

-وفاتِ نبوی کے بعد بیشتر مسلمانوں/اہل ایمان کے ارتداد کا بیان عام نہ صرف درایتی نقد کی کمی بتاتا ہے بلکہ نقصِ معلومات اور عدم فقہ بھی اجاگر کرتا ہے۔

غلط روایاتِ مصدر کی تنقید کی کمی

امام ابن اسحاق/ابن ہشام کی متعدد روایات میں نہ صرف ضعف وغلط بیانی پائی جاتی ہے بلکہ وہ خالصتاً ''غلط واضح'' بھی ہیں۔شیخ نجدیؒ نے اس سے قطعی تنقیدی تعرض نہیں کیا بلکہ ان کو صحیح ومعتبر مان کر بیان کیا۔انھوں نے تو بسا اوقات امامان سیرت کی مزعومات کو بھی قبول کرلیا حالانکہ ان دونوں ماخذوں نے ان کے زعم وغلط کی

نشاندہی اپنے خاص تنقیدی فقروں کے ذریعہ کی تھی جیسا کہ بحیرا راہب اور عبداللہ بن عبدالمطلب کی نذر وقربانی کے بارے میں ہیں۔ دونوں امامان سیرت اور ان کے رواۃ و مآخذ میں سے کئی مشہور نام بھی غیر معتبر و غیر صحیح بیانات اور روایات دیتے ہیں جیسے بنو ہاشم اور ان کے اکابر واجداد کے بارے میں ہیں۔ شیخ گرامی نے ان پر نقد وتحلیل سے کام نہیں لیا۔ اسی طرح بعض تصورات وتعبیرات کی کجروی کا بھی اندازہ نہیں لگایا مثلاً امام زہریؒ وغیرہ کے حوالے سے ایک گمراہ کن تعبیر: لما جاء الاسلام/ ظهر الاسلام بھی آتی رہی ہے۔ بعثت محمد ﷺ کے ساتھ غلبہ اسلام کی تعبیر تو صحیح ہوسکتی ہے مگر آمد وآغاز اسلام کی تعبیر قطعی غلط ہے۔ حضرت شیخ نے دوسرے بیشتر سیرت نگاروں کی مانند سورہ بقرہ: ۱۹۹ وغیرہ کی آیاتِ کریمہ کی تفسیر واستشہاد کے موقعہ پر آغاز وآمد اسلام کی تعبیر ہی اختیار کی ہے۔

روایاتِ حدیث پر نقد کا سوال خاص کر عام اہل سیر وحدیث کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آتا حالانکہ اکابر محدثین نے اپنے شیوخ کی روایات تک پر نقد کیا ہے۔ شیخ نجدیؒ نے بعض صحابہ سے ایسی روایات واحادیث نقل کی ہیں جن کی صحت مشکوک ہے اور بعض پر درایتی اور روایتی دونوں طرح سے نقد کیا جاسکتا ہے مثلاً صحیح ابن حبان سے نقل کردہ روایتِ شیخ یا حضرات ابراہیمؑ واسمٰعیلؑ کے بارے میں روایاتِ صحیح وغیرہ قابل غور وفکر ضرور ہیں۔

نئی اور نادر معلومات

امام نجدیؒ کے مختصر سیرۃ الرسول ﷺ کے خاص امتیازات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں بعض بڑی قیمتی نئی معلومات ملتی ہیں جو مصدرِ سیرت میں نہیں ہیں اور جن کو حضرت مصنف نے دوسرے مصادرِ سیرت و تاریخ سے اخذ کرکے اضافہ کیا ہے۔ اور ایسے بہت سے قیمتی اضافات ومعلومات ہیں جیسے:

-ہاشم بن عبدمناف کی غزہ (شام) میں وفات کے بعد ان کا ترکہ ابو رہم بن عبدالعزیٰ اور ان کے اصحاب مدینہ لے کر آئے (ص:۶۱)

-نسبِ خاندان رسالت خاص کر اولاد عبدالمطلب کے بیان میں ان کے فرزند و جانشین زبیر بن عبدالمطلب کو نہ صرف ''شقیق عبداللہ'' بتایا ہے بلکہ ان کو حرب الفجار میں بنو ہاشم و بنو مطلب کا رئیس اور شریف شاعر قرار دیا ہے۔ ان کی اولاد کا ذکر ان کے اسلام کے حوالے سے بھی عمدہ ہے۔

-اہل جاہلیت کے بعض احوال کا بیان کرنا بھی ایک قابل قدر اضافہ شیخ ہے۔

-حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کے زواج کے بعد غار حراء میں تحنث نبوی کی واقعیت توقیتی لحاظ سے بہت اہم ہے کیونکہ بالعموم دوسرے اہل سیر وحدیث اس کو نزول وحی الٰہی سے قبل کا واقعہ قرار دیتے ہیں۔ تحنث پر محشی گرامی کا حاشیہ قیاس فاسد کا شاہکار ہے۔

-بدء الوحی کو بعمر چالیس سال اور بروایت حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان کرنا اور اس کو روایتِ ابن اسحاق سے آمیخت کر کے نئی معلومات دینا ایک اہم امتیاز ہے۔ اس میں حتمی طور سے حضرت ورقہ بن نوفلؓ کو اولین مسلم قرار دینا خاص اور نادر ہے۔

-انواع الوحی کی مختصر فصل مختصر سیرت کا ایک اہم اور قابل قدر اور نیا مبحث ہے خاص کر آسمانوں کے اوپر لیلۃ المعراج میں وحی الٰہی، جو چھٹی نوع ہے اگر چہ اس میں ''فرض الصلاۃ'' سے نماز پنجگانہ کا اور وحی حدیث کا متعین وحتمی حوالہ نہیں آتا۔

ابتداء الدعوۃ کے تحت پورے مکی دور میں خفیہ وعلانیہ دعوت کا جامع مختصر بیان تجزیاتی اور نادر ہے۔

-ہجرت حبشہ اولیٰ میں بارہ مردوں اور چار عورتوں کا ذکر کر کے حضرت عثمانؓ اور ان کی زوجہ رقیہؓ کا خاص نام لیا ہے۔ دوسری ہجرت حبشہ میں صرف تعداد بیان کی ہے کہ تراسی مرد تھے اگر حضرت عمار بن یاسرؓ کو شمار کیا جائے اور انیس خواتین تھیں۔ ان کے اسماء اور واقعات نہیں ہیں۔

-دربار نجاشی میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کا متعدد قرانی سورتوں۔ عنکبوت، روم، کہف اور مریم۔ کا پڑھنا ایک اہم اضافہ ہے۔

-دارارقمؓ بن ارقم مخزومی میں رسول اکرم ﷺ کا مخفی قیام سنہ پانچ نبوت کا بتایا ہے اور اس کو حبشہ کی ہجرتوں کے بعد بیان کیا ہے۔ دوسرے اہل سیر نے اسے اولین دوڈھائی سال نبوت کا واقعہ قرار دیا ہے۔

-علم مناقشہ ومخاصمہ کے لحاظ سے مصدرِ سیرت ابن اسحاق کا باب سورۃ الکہف حضرت شیخ نے عمدگی کے ساتھ پیش کیا ہے جس میں نئی احادیث ہیں۔

-قریشی اکابر کی طلب پر آیات الٰہی اور معجزات کا پورا باب مفصل ہے اور عمدہ تجزیاتی مبحث ہے اور معجزاتِ انبیاء سے اس کا ربط کمال کا ہے۔

-مدینہ آمد پر آپ کا قیام دار ابوایوب انصاریؓ میں اس بنا پر ہوا کہ آدمی اپنے رحل/ زین سے وابستہ ہوتا ہے اور آپ کی ناقہ حضرت اسعدؓ بن زرارہ نے اپنے ساتھ لے گئے۔

-تعمیر مسجد نبوی کے بیان میں تین دروازوں کا ذکر نیا ہے۔

-ہجرت نبوی کے سال اول میں وفیاتِ اکابر مدینہ کا مختصر ذکر جامعیت کا ایک اختصار ہے۔

-۲ھجری کے حوادث میں مختصرات بھی اہم اور تحویل قبلہ کی بحث مفصل و اہم تر۔ اسی طرح خصائص رسول ﷺ کی فصل خاص نئی اور معلوماتی ہے۔

-غزوہ بنی قینقاع کے باب میں ان کا یہ موقف کہ آپ نے ان پر احسان کیا تھا اور عبداللہ بن ابی بن سلول کے اصرار پر ان کے سات سو افراد کو چھوڑ دیا تھا نیا اور نادر ہے۔

-صحیحین کے حوالہ سے غزوہ احد میں دو فرشتوں کے مدافعتِ نبوی میں قتال کرنے کی حدیث نقل کی ہے جو عام روایت کے خلاف ہے، اہل سیر و حدیث کا عام موقف ہے کہ ملائکہ نے اس غزوہ میں قتال نہیں کیا۔ وہ تساہل و فرار اہل اسلام کی صورت میں نصرت سے ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔

-غزوہ خیبر کے بیان میں آغاز میں ہی حضرت ابوہریرہؓ کے بطور مسلم مدینہ آنے کا ذکر کرکے ایک دلچسپ اطلاع یہ دی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے مدینہ پر خلیفہ نبوی حضرت سباع بن عرفطہؓ کی نماز فجر میں سورہ مطففین کی تلاوت سنی تو تبصرہ کیا: فلاں کے باپ کی خرابی، اس کے پاس دو ترازو تھے، جب وہ دوسروں سے مال لیتا تو اچھے/ وافی ترازو سے تولتا اور جب دوسروں کو دیتا تو ناقص ترازو سے دیتا۔ بظاہر تفسیری روایت لگتی ہے اور زادالمعاد سے ماخوذ ہے۔

☆غزوات و سرایا میں سماجی، دینی اور متعدد دوسری جہات والی معلومات ہوتی ہیں جن کا ذکر قریب قریب تمام مصادرِ سیرت و حدیث کرتے ہیں۔ان کا ایک تحقیقی مطالعہ عہد نبوی کی سماجی اور تہذیبی جہات و ابعاد کو اجاگر کرسکتا ہے۔حضرت شیخ نے ان غیر فوجی معلومات کو مختلف غزوات کے حوالے سے پیش کیا ہے اور وہ ایک قابلِ قدر اضافہ شیخ ہے۔ان کا ایک نسبتاً مفصل تذکرہ درج ذیل ہے:

-غزواتِ نبوی میں بالعموم حضرت شیخ نے دوسرے مصادر سے بالعموم اور زادالمعاد سے بالخصوص بہت سی نئی معلومات بہم پہونچائی ہیں اور مصدر اول سے بھی تنقیح کے عمل سے ان کو اخذ کیا ہے جیسے سریہ نخلہ کے حوالے سے آیت کریمہ میں وارد لفظ ''فتنۃ'' کے معنی کی تعیین وتشریح (سورہ بقرہ:۲۱۷)؛ غزوہ بدر میں فتح نبوی کے بعد مدینہ کے بشر کثیر کا قبولِ اسلام اور عبداللہ بن ابی سلول کا دخولِ اسلام، اسیران بدر کے بارے میں فدیہ کی رقم قبول کرنے پر تنبیہ الٰہی اور بکاء نبوی و صدیقیؓ بروایتِ احمد و مسلم (منتقی الاخبار کے حوالے سے)، غزوہ احد میں میدان جنگ میں جانے کا اصرار فضلاء صحابہ کا جو بدر میں شرکت نہ کرسکے تھے؛ منافقین کا ساتھ چھوڑنے پر بعض انصار کا یہودی حلفاء سے مدد لینے کی تجویز کا مسترد کرنا؛ مدافعت نبوی میں دو فرشتوں کی شدید جنگ بروایت صحیحین، جنگ خندق میں بنو حارثہ کے بعض لوگوں کے گھروں کو جانے کے لیے اجازت طلبی سورہ احزاب:۱۳ کے حوالے سے۔

☆صلح حدیبیہ میں بیعت رضوان سے متعلق بعض معلومات بھی نئی ہیں۔

☆غزوہ خیبر میں آراضی کو شدید گرمی و شدت والا بتایا ہے:''و کانت ارضا و خمة شديدة الحر''

☆عمرۃ القضیۃ میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ذریعہ حضرت میمونہ بنت حارثؓ کو پیغام بھجوایا تھا۔

☆ غزوہ موتہ میں امراء کی رخصتی کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہؓ گریہ کناں ہوگئے۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کتاب الٰہی کی ایک آیت کریمہ "وان منکم الاواردھا...الخ" قراءت کرتے سنا ہے اور میں نہیں جانتا کہ ورود کے بعد صدور کیسے ہوگا: کیف لی بالصدور بعد الورود؟ صحابی جلیل ہی نے دشمن کی کثیر تعداد کے مقابل ڈٹ جانے پر اسلامی لشکر کو ابھارا تھا۔ ان کا کردار وموقف نیا ہے۔

☆غزوہ فتح مکہ میں بیان کیا ہے کہ بنو بکر نے خزاعہ کے "الوتیر" نامی چشمہ پر شب خون مارا تھا۔ دارِ ابوسفیان کو دارالامان بنانے کے فرمان نبوی کو جب ابوسفیان نے لوگوں کو سنایا تو لوگوں نے کہا کہ وہ گھر کتنے لوگوں کو پناہ دے گا۔ اس پر اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کرنے کا عام اعلان ہوا۔ اس غزوہ کے دوسری معلومات ہیں: اصنام کعبہ کے گرانے کے وقت اکابر وعوام قریش کا مسجد حرام میں صفیں بنا کر واقعات کا مشاہدہ، خطبہ نبوی میں دیت وقتل خطاء کی سزا وغیرہ، دارِام ہانیؓ میں آٹھ رکعات نماز صلاۃ الفتح تھی اور امراء الاسلام فتح بلاد کے بعد یہ نماز پڑھا کرتے تھے۔

☆غزوہ حنین کے بعد ایک فصل میں ہوازن کی تالیفِ قلب کی بحث عمدہ ہے اور ان کے غنائم کو فتح مکہ کا شکرانہ قرار دینا ایک نادر خیال ہے۔

☆غزوہ طائف کے بارے میں ایک فصل فقہ پر لکھی ہے اور اس میں متعدد احکام بیان کیے ہیں جیسے مقدس مہینوں میں قتال کا جواز اور اس کی تحریم کا نسخ، قدرت وحکومت حاصل ہونے کے بعد طواغیت کو ایک دن کے لیے بھی برداشت نہ کرنا، مراسم شرک کو ختم کرنا اور اموال غنیمت کا جہاد میں صرف کرنا واجباتِ امام میں سے ہے۔

-عدیؓ بن حاتم طائی اور ان کی بہن کے واقعہ میں بھی نئی معلومات ہیں جیسے خطبہ نبوی، اختِ عدیؓ کی قیامگاہ کا انتظام وغیرہ۔

-غزوہ تبوک میں عطیۂ عثمانؓ کی مقدار نئی ہے مگر کم بتائی ہے۔ صحیح مسلم سے تیز رفتار ہوا سے جانوروں کو محفوظ رکھنے کا ذکر کیا ہے۔

-تبوک کے بارے میں سورہ براءت کے انکشافات خاص کر منافقین کے بارے میں تھے اس لیے اس سورہ کو عہد نبوی میں اور بعد میں بھی "المبعثرۃ" کہا جاتا تھا۔

-مرض الوفاۃ میں صحیح سے اور بعض دوسرے مصادرِ حدیث وسیرت سے بعض احادیث ومعلومات کا اضافہ

کیا ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامتِ صلوٰۃ کے حکم نبوی کی حدیثِ حضرت عائشہؓ۔

مختلف مآخذ سے استفادہ

اپنے مختصرِ سیرت میں حضرت شیخ کا خاص مصدرِ سیرت۔ ابن اسحاق/ ابن ہشام۔ پر دوسرے مصادر سیرت و حدیث سے خاص اضافات بہت اہم ہیں۔ عام اہل علم اور مداحین شیخ نے اس خاص امتیاز مختصر کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں کی۔ غالباً وہ مقدمہ شیخ و دیباچۂ مرتبین کے صرف ایک بیان سے دھوکہ کھا گئے۔ تجزیاتی فصل میں ان تمام مآخذ و مصادر کی نشاندہی اور ان کی روایات و معلومات کی قدر و قیمت کا ایک مختصر مگر جامع تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بنیادی نکات ہیں:

-کتب و مصادرِ سیرت میں واقدی اور ابن سعد کے صرف دو واضح حوالے اور ان کے تحت روایات دی گئی ہیں۔ اندازہ ہے کہ اور بھی معلوماتِ سیرت ان دو بنیادی مصادرِ سیرت سے ضرور لی گئی ہیں۔ وہ ایک تقابلی مطالعہ کا موضوع ہے جس کا سرِ دست یہاں موقع نہیں۔

-عام اہل السیر کے ایک حوالہ سے دوسری کتبِ سیرت سے بھی استفادہ کا عندیہ بھی ملتا ہے۔ ان میں سے ایک ابن قدامہ کی تصریح ملتی ہے۔

-کتبِ حدیث میں صحیح بخاری۔ الصحیح۔ کے عنوان سے اور صحیحین کے حوالے دونوں بخاری و مسلم کی کئی روایات ہیں اور صحیح مسلم سے بھی بعض ہیں، صحیح ابن حبان، ترمذی خاص کر موخر الذکر ان کے دوسرے حدیثی مصادر ہیں اور بعض دوسری کتبِ حدیث بھی ہیں۔

-متاخرین میں امام ابن القیم ان کے محبوب ماخذ ہیں جن سے بہت روایات سیرتی مباحث میں نقل کی ہیں۔ ان کا دوسرا بڑا مصدر زادالمعاد ہی ہے۔ تقابل و تجزیہ بتاتا ہے کہ بیشتر نئی معلومات اور گراں مایہ اضافات اسی سے لیے گئے ہیں۔

صحیحین یا کتبِ حدیث سے حضرت شیخ کی روایات بظاہر نئی اور اضافی بھی لگتی ہیں لیکن ان میں سے بیشتر نہ سہی تو بہت سی ابن اسحاق کی احادیث ہیں۔ حضرت شیخ نے احادیثِ ابن اسحاق اور احادیث صحیح/صحیحین کا تقابلی موازنہ نہیں کیا اور ماخذ حدیث کا حوالہ دے کر امام سیرت کے عطایائے حدیث کو ایک طرح ماند کر دیا۔ تحقیقی مطالعہ ثابت کرتا ہے کہ امامانِ سیرت میں سے نہ صرف ابن اسحاق بلکہ واقدی اور ان کے شاگرد ابن سعد کی احادیث میں سے بہت سی محدثین کی احادیث کی اصل ہیں۔

شیخ نجدیؒ نے کسی جگہ امام طبری اور ان کی تاریخ الرسل والملوک کا حوالہ نہیں دیا مگر وہ ان کی ایک بنیادی

کتاب و مرجع نظر آتی ہے۔خاص طور سے خلافت اسلامی کے مباحث میں۔اس کے بعض دلائل اور واقعاتی شہادتیں اور متنی حقائق یہ ہیں:

-خلافتِ صدیقی سے دولت عباسی تک کی تاریخ اسی سے ماخوذ نظر آتی ہے۔

-وہ امام طبری کی مانند غیر سیرتی یا ضمنی مباحث بیان کرنے بعد''رجعنا الی سیرته ﷺ'' کا جملہ ثبت کرتے ہیں۔وہ امام طبری کا طریقہ ہے۔

-واقعات سیرت کے ضمن میں صاحب مختصر سیرت سنین کے اعتبار سے روایات وحقائق بیان کرتے ہیں اوراس کے لیے طبری کا طریق اختیار کرتے ہیں جیسے''حوادث السنة الاولیٰ'' ''حوادث السنة الثانية'' ...الخ اوراس سے زیادہ مگر اہم عبارتِ طبری لاتے ہیں:''ثم دخلت السنة الثالثة وغیرہ''۔

-ایک امکان یہ بھی ہے کہ امام طبریؒ کے علاوہ شیخ موصوف نے امام ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ سے بیانیہ سیرت کا یہ طریق اخذ کیا ہے لیکن وہ سنہ وار بیان سیرت وتاریخ امام طبری نے مقبولِ عام بنایا۔اصلاً وہ دوسری صدی ہجری کے ایک اہم امام فن کا طریق ایجاد تھا۔

خلاصۂ بحث

امام محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کا مقبول عام وشہرہ آفاق مختصر سیرۃ الرسول ﷺ مختصرات سیرت میں اپنے اوصاف کی بنا پر نمایاں مقام، بلند پایہ مرتبت اور حسین وجمیل اسلوب و سادہ و پرکار عربی کی رفعت کے سبب بھی تعریف وتحسین کا حامل ہے مگر اسی کے ساتھ اس میں فنی نقائص نے بہت سے اوراق پراگندہ بھی لگا دیے ہیں۔ مفصل تجزیاتی بحث سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ گرامیؒ کے دعوتی تناظر نے مختصر سیرت کے حصہ اول کو فنی نقصان زیادہ پہونچایا ہے۔دوسرے حصہ سیرت میں بھی تنقید وتحلیل اس کے نقائص کی پردہ داری کرتی ہے۔اس کے فنی نقائص میں سب سے زیادہ اہم نقص یہ ہے کہ وہ اپنے مصدرِ سیرت کا وفادارانہ اختصار نہیں پیش کرتا۔امام ابن اسحاق/ ابن ہشام کی سیرت نبویہ کے متعدد مباحث کا خلاصہ کیا ہے اور نہ اختصار اور اس میں بھی وہ عدم توازن کا مارا ہوا ہے۔ سب سے قابل نقد معاملہ یہ ہے کہ شیخ جلیلؒ نے متعدد سیرتی حقائق سے صرف نظر کیا ہے۔ان میں رسول اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ بی بی آمنہ بنت وهب زہری کے نام نامی، والدین کی شادی، جدامجد کی سربراہی میں والدہ ماجدہ اور بی بی ام ایمنؓ اناوحاضنہ رسول کے ساتھ پرورش وتربیت، ان کے اولین وآخری سفر یثرب اور عمر وغیرہ کا ذکر نہیں کیا۔رضاعت نبوی کے باب میں دونوں عظیم ترین رضاعی ماؤں حضرت ثویبہؓ اسلمیہ اور حلیمہ سعدیہؓ کی رضاعت اور ان کے خانہ مبارک میں قیام کے دوران معجزہ شق صدر رعی غنم وغیرہ جیسے اہم ترین واقعات کو قلمزد کردیا حتی کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و وفات کے سنین اور تاریخیں تک نہیں دیں جو مصدر سیرت میں ہیں۔ حضرت شیخ کو اگر ان سے علمی اختلاف تھا تو اپنے مصادرِ حدیث سے وہ ان اہم ترین مباحث میں استفادہ کر سکتے تھے اور اختصار و تلخیص کا فنی نقص دور کر سکتے تھے۔ دعوتی تناظر میں پیش کش کے طریقہ سے شیخ جلیلؒ نے بہت سے مباحث مقدم و موخر کیے تو کیے ایسے مضامین و دلائل بھی شامل کر دیے جن کو موضوع سے واسطہ نہ تھا۔ ان کے سبب بیانیۂ سیرت کی روانی اور تسلسل اور بہاؤ میں غیر فنی وغیر علمی رخنے پڑے اور حضرت شیخ نے اس کے ازالے کے لیے ''رجوع الی السیرۃ'' کا طریق اختیار کیا۔ بیانیہ میں رخنہ اندازی کا ایک اہم عنصر حضرت شیخ کی شعر پسندی اور ادبی عربی ذوق کی بے محابا تراوش بھی ہے کہ بہت سے مباحث میں طویل قصیدے اور بیجا اشعار داخل کر دیے۔ ان کی جگہ وہ سیرتِ ابن اسحاق یا دوسرے مصادر سیرت کے خالص کھرے اور ضروری مباحث لا سکتے تھے۔ ان جیسے دوسرے فنی نقائص نے ان کے مختصر سیرت کو وامانده کر دیا۔ عام اہل سیر کی مانند حضرت شیخ نے امام ابن اسحاق کی تنقیدی اصطلاحات کو نظر انداز کر دیا اور جن کو امام سیرت نے مزعومات کا درجہ دیا تھا انھیں روایات صحیح و واقعات معتبر بنا دیا۔ اس صورت میں وہ اپنے مصدر سیرت کی غلط روایات پر کیا نقد کرتے۔

نقد و نظر کا عدل توازن شیخ نجدی کے مختصر سیرت کے مفید اضافات اور خالص ضروری مباحث سیرت کے سبب اس کے محاسن اور عطایا بھی اجاگر کرتا ہے۔ ان میں وحی کی انواع، دوسرے مآخذ خاص کر احادیث سے اہم ترین اضافات اور متعدد دوسرے عطایائے شیخ ہیں اور ان کے سبب وہ ایک مقام پا جاتا ہے۔ حضرت شیخ کا سارا ارتکاز اور مطمح نظر صرف دعوت توحید کو بابانگ دہل پیش کر کے شرک اور بدعت کا قلع قمع کرنے کی علمی تحریک تھی اور سیرت اس کا ایک ذریعہ بنی۔ اسی طرح ان کے دوسرے موضوعات تفسیر، فقہ و فتاویٰ، خطبات و تنقیدات وغیرہ کا اصل محور اسلام و کفر اور صحیح و غلط کی تعیین تھی اور وہ خالص اسلامی فکر کے داعی تھے۔ سیرت نگاری ان کا فن تھا اور نہ علمی شغف، اس کی علمی فنی تربیت بھی ان کو نہ ملی تھی۔ مختصر سیرت ان کے شوقِ فراواں اور محبت و عقیدتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا بس ایک اظہار ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆